ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

دیوبند اور علیگڑھ کی تقسیم سے مسلمانوں پر ہونے والے اثرات کا تنقیدی جائزہ

A CRITICAL ASSESSMENT OF THE IMPACT ON MUSLIMS OF THE PARTITION OF DEOBAND AND ALIGARH

☆راجہ اسد خان: پی ایچ ڈی سکالر (رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد)

Asadraja227@gmail.com

☆☆حافظ محمد ذیشان شبیر: ایم فل اسلامیات (انسٹی ٹیوٹ آف سدرن پنجاب)، ای ایس ٹی عربی

Mz.shani51@gmail.com

Abstract

When the rule changed in the subcontinent, the religious, educational, economic and social decline of the Muslims began. Two different ideologies founded two different curricular institutions and followed their separate paths. Pure religion on one side and pure worldly people on the other side developed, then inevitably the results also appeared, sometimes the noise of atheism was heard, sometimes the influence of the West. Madrasah could not meet the demands of the time and could not respond to the West which was its responsibility. The strong support and recommendation of curriculum changes by thinkers indicates that both systems are flawed.

Key Words: DeoBand, Ali Garh, Education, Sub Continental, Muslims

تعارف:

جنگ غدر کے بعد انگریزوں کے قدم ھندوستان میں مضبوطی سے جم گئے، مسلمان مفکرین نے محسوس کیا کہ سیاسی زوال کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی قومی، مذھبی زندگی کی بھی خیر نہیں کیونکہ غالب قوموں کی تہذیب بھی غالب رہتی ہے۔ ھندوستان کے بیدار مغز، ارباب فکر و علم نے اس خطرہ کو محسوس کر لیا اور تعلیم کی ذریعے اس کا سد باب کرنے کیلئے تعلیم کی طرف توجہ دلائی۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ نہایت عاقبت اندیش سوچ تھی کہ مسلمانوں کے مغلوب و محکوم ہوتے ہوئے بحثیت قوم انکو زندہ رکھنے کیلئے تعلیم کے سوا کوئی حل نہ تھا۔ اس احساس میں شریک ہونے کے باوجود ارباب فکر کے دو طبقات ہو گئے ایک وہ طبقہ جسکی تمام تر توجہ قدیم نصاب درس پر تھی۔ اسکے بر خلاف دوسرا طبقہ متجددین کا تھا ان لوگوں نے مسلمانوں کی خیریت اسی میں جانی کہ مسلمان انگریزوں کی زبان اور علوم و فنون سیکھیں تہذیبی اور تمدنی لحاظ سے بھی ان کے رنگ میں رنگ جائیں۔ بہر حال اس طرح مسلمانوں میں تعلیم کی دو قسمیں ھو گئیں۔ قدیم اور جدید۔ فسوسناک بات یہ تھی کہ جدید اور قدیم کی کشمکش باوجود بہت ساری اتحاد کی کوششوں کے جاری رہی اور یہ صورتحال ایک عرصہ سے قائم ہے۔ نتیجتاً یہ تقسیم اپنے اندر بہت سارے نقصانات چھپائے ہوئے ہے جن سے پردہ اٹھانا وقت کی ضرورت ہے۔ قدیم نصاب تعلیم عقلی و نقلی علوم کا بہترین امتزاج تھا جس نے مذھبی اور عصری علوم کے روشن ستارہ پیدا کیے جن کی روشنی سے آج بھی دنیا راستے روشن کیے ہوئے ہے۔ ایک نظر مسلمانوں کا قدیم نصاب تعلیم دیکھتے ہیں۔

برصغیر میں مسلمانوں کا قدیم نصاب تعلیم:

برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کی ابتداء دراصل چھٹی صدی ھجری (1206ء) میں قطب الدین ایبکؒ کے دور سے ہوئی، وسطی ایشیاء اور دیگر اسلامی ممالک میں تاتاریوں کے حملوں کے بعد مضبوط اسلامی ریاست ھندوستان قائم ہوئی اس لیے عام عوام سمیت مسلمان علماء و مشائخ کی بڑی جماعت نے ھندوستان کا رخ کیا یہاں سے اسلامی نظام تعلیم کی بنیاد پڑی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

مولنا سید عبد الحئیؒ لکھنویؒ نے اپنے مقالے "ھندوستان کا قدیم نصاب درس اور اسکے تغیرات" میں قدیم نصاب کو چار ادوار میں تقسیم کیا ھے، جبکہ ابو الحسنات ندویؒ نے اپنی کتاب "ھندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں" میں موجودہ مدارس دینیہ کا نصاب شامل کرتے ھوئے پانچ ادوار ذکر کیے ھیں [1]۔ ذیل میں اسی بنیاد پر اختصار کے ساتھ قدیم نصاب تعلیم کا خاکہ پیش کیا جارھا ھے:

دور اول کا نصاب: اس دور کا آغاز ساتویں صدی ھجری سے ھوا اور دسویں صدی ھجری تک اس نصاب میں شامل علوم وفنون کی تحصیل کو معیار فضیلت سمجھا جاتا تھا۔ صرف، نحو، ادب، بلاغت، فقہ، اصول فقہ، منطق، کلام، تصوف، تفسیر اور حدیث [2] شامل نصاب تھیں۔

دور دوم کا نصاب: نویں صدی ھجری کے آخر میں شیخ عبد اللہؒ اور شیخ عزیز اللہؒ ملتان سے دھلی سکندر لودھی کے دربار آئے انہوں نے قاضی عضد الدینؒ کی تصانیف اور اور علامہ سکاکیؒ کی مفتاح العلوم نصاب میں شامل کیں [3]۔ دس علوم اور اٹھائیس کتابوں پر مشتمل مجموعی نصاب کی شکل یوں بنتی ھے: نحو، فقہ، اصول التفسیر، تصوف، حدیث، ادب، منطق، کلام، بلاغت [4]۔

دور سوم کا نصاب: دسویں صدی کے آخر میں میر فتح اللہ شیر ازیؒ ھندوستان تشریف لائے الھیات، ریاضیات، طبیعیات، اور جملہ علوم عقلی و نقلی میں انکا کوئی ثانی نہیں تھا، اکبر نے انکو "عضد الملک" کا خطاب دیا [5]، انھوں نے سابقہ نظام تعلیم میں کچھ اضافات کیے تو مجموعی نصاب کی شکل بنی: نحو، منطق، فلسفہ، کلام، فقہ، اصول فقہ، بلاغت، ہئیت و حساب، طب، حدیث، تفسیر، تصوف و سلوک۔ [6]

یوں انھوں نے فلسفہ، ہئیت و حساب، طب کو نصاب میں شامل کیا جنکو آج عصری علوم سے تعبیر کیا جاتا ھے۔

درو چہارم کا نصاب: بارھویں صدی ھجری سے شروع ھونے والا نصاب ملا نظام الدین سیالویؒ کی مرھون منت ھے جو آج بھی مدارس دینیہ کے نصاب میں شامل ھے، انھوں نے دور سوم کے نصاب میں کچھ اضافات فرمائے مجموعی نصاب یوں تھا: صرف، نحو، منطق، حکمت، ریاضی، بلاغت، فقہ، اصول فقہ، کلام، تفسیر، حدیث۔ [7]

ہر دور کے نصاب تعلیم کا کسی ایک جانب میلان رہاہے، اور اسکو حاصل کرنا معیار فضیلت سمجھا جاتا تھا، جیسے پہلے اور دوسرے درو کے نصاب میں فقہ و اصول فقہ کے حصول کو معیار تعلیم سمجھا جاتا تھا کیونکہ ماوراء النھر سے آنے والے علماء کا نصاب تھا، جبکہ تیسرے دور میں عقلی علوم کو زیادہ اھمیت حاصل رھی ھے نتیجتا برطانوی اقتدار سے پہلے برصغیر میں تین طرح کے تعلیمی مراکز قائم تھے، دہلی، لکھنؤ اور خیر آباد۔ نصاب تعلیم تینوں کا قدرے مشترک تھا، لیکن تینوں کے نقطہ ہائے نظر مختلف تھے۔ دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب کا خاندان کتاب و سنت کی نشر و اشاعت اور تعلیم و تدریس میں مشغول تھا، علوم معقولہ کی حیثیت ثانوی درجے کی تھی۔ لکھنؤمیں علمائے فرنگی محل پر ماوراء النہر والا قدیم رنگ چھایا ہوا تھا، یعنی فقہ اور اصول فقہ کو ان کے یہاں سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ خیر آبادی مرکز کا علمی موضوع صرف منطق و فلسفہ تھا اور یہ علوم اس قدر اہتمام سے پڑھائے جاتے تھے کہ جملہ علوم کی تعلیم ان کے سامنے ماند پڑ گئی تھی۔ دارالعلوم دیوبند کا نصاب ماضی قریب کے انہی تین نصابوں کے مجموعہ کے طور پر سامنے آیا۔

برصغیر میں مسلم حکومت کا زوال:

---

[1] ملاحظہ کریں: ابو الحسنات ندوی، **ھندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں** (امر تسر، وکیل بک ڈپو، 1922) ص:94

[2] مولنا سید عبد الحئی لکھنوی، **ھندوستان کا قدیم نصاب درس اور اسکے تغیرات**، (لکھنو، ناشر: شعبہ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء)، ص: ۹

[3] ایضا، ص:۱۱

[4] پروفیسر بخیار حسین صدیقی، **برصغیر پاک وھند کے قدیم عربی مدارس کا نظام تعلیم** (لاھور، ناشر: محمد اشرف ڈار ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۸۲) ص:14

[5] لکھنوی، **ھندوستان کا قدیم نصاب درس اور اسکے تغیرات**، ص:۱۳

[6] صدیقی، **برصغیر پاک وھند کے قدیم عربی مدارس کا نظام تعلیم**، ص:۱۴

[7] لکھنوی، **ھندوستان کا قدیم نصاب درس اور اسکے تغیرات**، ص:۱۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

انگریزوں کی مداخلت سے پہلے ھندوستان دولت مند اور خوشحال ملک تھا قدرت کے بے پناہ انعامات کا ثمر تھا کہ ھندوستان کو "سونے کی چڑیا" کہا جاتا تھا۔ انگریزوں نے تقریباً ڈیڑھ صدیوں تک تجارت کے ذریعے اپنا اثر ورسوخ بڑھایا، پھر انکا دوسرا دور شروع ھوا جسمیں انہوں نے اپنی مکاریوں، سازشوں کے ذریعے اقتدار کے حصول کیلیے قدم بڑھادیا، 1857ء کی جنگ آزادی کی شکست کے بعد انگریزوں نے ہندوستانیوں کی سماجی، اخلاقی، معاشی اور تعلیمی بربادی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

عیسائی مشنریوں کا جال:

عیسائی مشنریوں کی آمد کا سلسلہ قدیم دور میں "پانٹے نیوس" پادری سے شروع ھو چکا تھا ھندوستان میں وہ پہلا مشنری تھا[8] لیکن وہ تقویت حاصل نہ تھی جو اب حصول اقتدار کے بعد حاصل ھوئی، ابتداء انھوں نے کوئی تعلیمی پالیسی نہیں بنائی جو بنائی تو لارڈ میکالے کے ان الفاظ میں "سمجھیں" ھمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ھم میں اور ھماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ھو، اور ایک ایسی جماعت ہونی چاھیے جو رنگ و نسل کے لحاظ سے ھندوستانی ہو، مگر مزاق اور رائے، الفاظ اور سمجھ کے لحاظ سے انگریز ہو"[9]۔

حکومت ان عیسائی مشنریوں کی پشت پنائی کر رہی تھی چنانچہ حالات وواقعات شاہد ھیں کہ حکومت نے ان عیسائی مشنریوں کی تبلیغ میں بھرپور مدد کی مسٹر مینگلس ممبر پارلیمنٹ اپنی ایک تقریر میں حکومتی پالیسی ان الفاظ میں واضح کرتے ھیں "خدا تعالی نے ھمیں یہ دن دکھایا ھے کہ ھندوستان کی حکومت پر انگلستان کا قبضہ ھوا تا کہ عیسی مسیح کی فتح کا جھنڈا ھندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام قوت تمام ھندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیے اور اسمیں کسی قسم کا تساھل نہیں کرنا چاہیے"۔[10]

غرض یہ کہ انگریزوں نے سیاسی غلبے کے ساتھ ساتھ ھندوستان پر مذھبی غلبے کی تگ ودو شروع کر دی تھی، مختلف مساعی سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی مزموم کوشش کی گئی مثلا:

حکومت کا مشنریوں کی مالی مدد کرنا، فوجی افسران کا مشنری کام کرنا، چرچ مشن کو امداد دینا، لفظ نصاری کہنے پر پھانسی دینا، تبدیلی مذھب میں حکام کا ذاتی اثر ڈالنا، عیسائی مذھب اختیار کرنے والے کو ملکہ کا خطاب دینا، نماز پڑھنے سے روکنا، انگریزی تعلیم کی آڑ میں عیسائیت کی تعلیم۔[11] خصوصا انگریزوں نے ھندوستان کی تعلیم اور تعلیم گاھوں کو نشانہ بنایا تا کہ خواندگی کی شرح کم رہے، اسی مقصد کیلیے انہوں نے نوابوں کی وقف کی ھوئی زمینیں اپنی تحویل میں لے لیں[12] مسلمان علماء اور مدارس کو نشانہ بنایا گیا نتیجتا سیاسی زوال کے ساتھ ساتھ علماء کی ناکامی، تعلیم سے محرومی، دینی شعور سے ناآشنائی، شرک وبدعت کا زور اور بے شمار دینی تصویریں دھندلی ھو چکی تھیں جبکہ اسلامی خدوخال کو پہچاننا مشکل ھو گیا تھا۔

دارالعلوم دیوبند کا پس منظر:

جب برصغیر میں قاعدہ بدلا انگریزی نظام تعلیم کا راج ھوا تو ہندوؤں نے اسے آسانی سے قبول کر لیا اسکے برعکس مسلمانوں نے اس نظام کو قبول کرنے سے انکار کیا کیوں کہ یہ نظام نوجوانوں کو مغربیت اور سیکولرازم کی طرف لے جائے گا لھذا اس وقت کا تقاضا تھا کہ ایک ایسا تعلیمی نظام قائم کیا جائے جو مسلمانوں کی دینی، معاشرتی، تمدنی زندگی اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھال دے۔

مقاصد:

---

8 امداد صابری، **فرنگیوں کا جال** (دھلی، کوہ نور پریس 1979ء) ص:29

9 سید طفیل احمد منگلوری علیگ **مسلمانوں کا روشن مستقبل** (دھلی، کتب خانہ عزیزیہ 1945ء) ص:150.

10 صابری، **فرنگیوں کا جال**، ص۹۹

11 مزید تفصیلات کیلیے دیکھیں: صابری، **فرنگیوں کا جال**، ص113-99

12 محسین احمد مدنی، **نقش حیات** (دلی، سید محمد اسعد 1953ء) ص:86

دارالعلوم دیوبند صرف ایک تعلیمی ادارے کے طور پر نہیں بلکہ عام عوام سے مستقل رابطہ کا ایک مرکز قائم کرنا مقصد تھا جسے ایک مستقل تحریک قرار دیا جاسکتا ھے۔

دو بنیادی مقاصد تھے:

الف: مسلمانوں کے اسلامی تعلیم وفنون، مذھبی اقدار کی حفاظت کرنا اور ایک ایسی جماعت تیار کرنا جو برطانوی جابر حکومت کے خلاف بر سر پیکر رہیے۔

سید محبوب رضویؒ لکھتے ہیں:

"اس وقت بنیادی نقطۂ نظریہ قرار پایا کہ مسلمانوں کے دینی شعور کو بیدار رکھنے اور ان کی ملی شیرازہ بندی کے لیے ایک دینی وعلمی درسگاہ کا قیام ناگزیر ہے، چنانچہ طے ہوا کہ اب دہلی کی بجائے دیوبند میں یہ دینی درسگاہ قائم ہونی چاہی"۔[13]

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو جب خبر دی گئی کہ ایک مدرسہ قائم ہوا ھے دیوبند میں تو اس پر انہوں نے فرمایا:

" سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے۔ یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں، اوقات سحر میں سربسجود ہو کر گڑگڑاتی رہیں کہ خداوندا! ہندوستان میں بقاءِ اسلام اور تحفظِ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر۔ یہ مدرسہ ان ہی سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے"۔[14]

ب: دوسرے مقصد یعنی برطانوی حکومت سے نجات کیلیے ایک جماعت تیار کرنا مولانا نانوتویؒ خود فرماتے ھیں:

"ہم نے دارالعلوم کے اصل مقصد پر درس وتدریس، علوم اسلامی کا پردہ ڈال دیا ہے"۔[15]

چنانچہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ (جو کہ سب سے پہلے طالب علم تھے) نے فرمایا:

"حضرت الاستاذ نے اس مدرسہ کو کیا درس وتدریس، تعلیم وتعلم کے لئے قائم کیا تھا؟ مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا، جہاں تک میں جانتا ہوں 1857ء کے ہنگامے کی ناکامی کے بعد یہ ارادہ کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے، جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے تاکہ 1857ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے"۔[16]

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ دارالعلوم کے قیام کے پس منظر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"1857ء کی کشمکش کی ناکامی کے بعد قتال اور آویزش کے نئے محاذوں اور میدانوں کی تیاری میں آپ (حضرت نانوتویؒ) کا دماغ مصروف ہو گیا، دارالعلوم دیوبند کا تعلیمی نظام اس لائحہ عمل کا سب سے زیادہ نمایاں اور مرکزی وجوہری عنصر تھا۔"[17]

الغرض دارالعلوم کا مقصد صرف تعلیمی مرکز نہ تھا بلکہ عوام سے روابط بحال رکھنا، مسلسل انکی روحانی، سیاسی، معاشی تربیت کرنا بھی تھا۔

علی گڑھ تحریک کا پس منظر:

---

[13] سید محبوب رضوی، **تاریخ دارالعلوم دیوبند** (لاہور، المیزان، 2005ء) 1/ 169

[14] مناظر احسن گیلانی، **سوانح قاسمی** (لاہور، مکتبہ رحمانیہ) 2/ 223

[15] غلام مصطفیٰ قاسمی (**مولانا عبیداللہ سندھی) کا دارالعلوم دیوبند سے اخراج**)، **ماہنامہ الولی** (حیدر آباد ، 1991ء) ش 11 ص 9

[16] مناظر احسن رضا گیلانی، **احاطہ دارالعلوم میں بیتے ھوئے دن**، (دھلی، مکتبہ طیبہ) ص 170

[17] گیلانی، **سوانح قاسمی، 2/223**

جنگ آزادی سے ہندوستانی مسلمانوں کا جانی ومالی نقصان سب سے زیادہ ہوا، اس کی وجہ یہ تھی اس جنگ میں مسلمانوں نے سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور انگریزوں کا ماننا تھا کہ مسلمان ان کے سب سے بڑے دشمن ہیں، اس جنگ آزادی کے ردِ عمل میں مسلمانوں کا سب سے زیادہ خسارہ ہوا۔ اشفاق احمد اعظمیؒ اس وقت کے سیاسی حالات کو یوں بیان کرتے ھیں:

"غدر 1857 نے حکومت کو ہندوستانیوں خاص کر مسلمانوں سے حد سے زیادہ برہم کر دیا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی زندگی اس ملک میں دشوار ہوگئی۔ کتنے مسلمانوں کو غدر کے الزام میں سزائے موت دے دی گئی کتنے کے گھروں کو اجاڑ دیا گیا۔ ان کی جائیدادیں اور ان کی املاک کو ان سے نہایت بے دردی سے چھین لیا گیا ان پر روزی روزگار کے تمام راستے بند کر دیئے گئے مسلمان زمینداروں، تعلقہ داروں اور اس قوم کے سربرآوردہ اشخاص کی عزت و آبرو سبھی کچھ برباد کر دی گئی، غریب مسلمانوں کے چھوٹے موٹے پیشے اور کاروبار کو تباہ کر دیا گیا جس سے صنعت گر، اور ہنر مند مسلمانوں کی بھی روزی ماری گئی۔ اس طرح مسلمانوں کے اندر معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی ہر اعتبار سے بدحالی پیدا ہوگئی"۔[18]

ان تمام حالات کو سرسید نے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا تھا، اور انہوں نے محسوس کیا کہ جدید تعلیم سے ھم آھنگ ھوئے بغیر مسلمان ترقی کے زینے نہیں چڑھ سکتے ھیں اس لیے انہوں نے علیگڑھ کی بنیاد رکھی۔

مقاصد:

سرسید احمد خان پہ یہ آشکار ھوچکا تھا کہ مسلمانوں کی پسماندگی کا اصل سبب، جہالت، غفلت اور مغربی علوم وفنون سے کنارہ کشی کا نتیجہ ھے جبکہ مغربی ممالک کی ترقی کا راز سائنس، ایجادات اور جدید علوم وفنون کی اشاعت ھے۔ بنیادی طور پر انکا مقصد مسلمانوں کو جدید علوم وفنون سے آراستہ کرنا، انہیں ایک مہذب قوم بنانا، اور زمانہ کی رفتار کے ساتھ چلنا سیکھانا تھا، انکے نزدیک مروجہ روایتی علوم (نظامیہ) کو اپنانے والی قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی کیونکہ جدید عہد میں علوم فنون بہت ترقی کر چکے جبکہ سلسلہ نظامیہ انسانی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ھے۔ سرسید رقم طراز ھیں: "دیکھیے یہ تمام چیزیں یورپ کی ایجاد کی ھوئیں علوم کی برکت سے ھم کو ملی ھیں، جب زمانہ ایسی ترقی کر گیا ھے اور علوم نے ایسی ترقی پائی ھے تو کیا ھمارا یہ کام ہے کہ ھم ان علوم پر نظر نہ ڈالیں، یا جس قدر ھمارے اسلاف نے کیا ھے اسی قدر ھم بھی کریں۔ اگر ھم اس پرانے علم کو رٹتے جائیں اور ھم اتنا ھی کریں جتنا ھمارے باپ دادانے کیا تو مثل ایک جانور کے ھوں گے"۔[19] انہوں نے صاف لفظوں میں کہا کہ کسی قوم کی تنزلی کو دور کرنے کا اس کے سوا کوئی حل نہیں کہ مختلف علوم وفنون کو فروغ دیا جائے اور تعلیم کی اشاعت میں دلچسپی پیدا کی جائے اسی ضمن میں سرسید کا اقتباس ملاحظہ ھو:

"انسان کے قویٰ جب ضعیف ھو جاتے ہیں اور اعتدال مزاج جب درہم برہم ھو جاتا تو متعدد بیماریوں میں مبتلا ھو جاتا ہے، یہی حال قوم کا ھوتا ہے جب اسکو تنزل ھوتا ھے تو کسی ایک چیز میں تنزل نہیں ھوتا بلکہ مذہب، اخلاق، تعلیم، راست بازی، دیانتداری، دولت، تمکنت، متانت سب چیزوں میں ھوتا ہے اور جو لوگ اسکے اصلاح کے درپے ھوتے ہیں وہ حیران ھو جاتے ہیں کہ کس کس کا علاج کریں، مگر جب غور کی جاتی ہے تو بجز تعلیم وتربیت کے اور کوئی علاج نظر نہیں آتا ہے"۔[20]

اس سے اچھی طرح واضح ھو گیا کہ مسلمانوں میں تعلیم کی اشاعت سے انکا مقصد ان کی ملی و قومی زندگی کی تعمیر اور انکی پر وقار سماجی حیثیت کی بحالی تھی۔

علیگڑھ اور دیوبند کے مسلمانوں پر اثرات:

جب انگریز نے مسلمانوں کا تعلیمی نظام برباد کر دیا تو علماء نے یہی غنیمت جانا کہ مدرسے قائم کیے جائیں تا کہ وہ امام اور خطیب تیار کریں، لوگ اپنی ذاتی، معاشرتی زندگی اور معاشرتی رسوم میں ہی کم از کم اسلام پر عمل پیرا رہیں، جبکہ علماء اور مدارس کے قیام سے عیسائی مشنریوں کے خلاف ایک محاذ تیار رہے گا۔ علماء مدارس و مساجد کے

---

[18] ڈاکٹر اشفاق احمد اعظمی، **نذیر احمد شخصیت اور کارنامے** (لکھنؤ، نظامی پریس، 1974) ص:39

[19] سرسید احمد خان، **مقالات سرسید**، اتحاد باھمی اور تعلیم (لاہور، مجلس ترقی ادب اردو، 1993ء) 12 / 163

[20] سرسید احمد خان، **خطبات سرسید**، مرتبہ اسماعیل پانی پتی (لاہور، مجلس ترقی ادب، 1973) ص86

ذریعے عام عوام سے مستقل رابطہ قائم رکھیں گے یوں انہیں فرنگیوں کے جال سے محفوظ رکھیں گے۔ دوسری طرف جدید لوگوں نے انگریزی زبان اور دیگر مغربی علوم وفنون سیکھنے کی طرف توجہ مرکوز کرائی تاکہ مسلمان دنیوی ترقی کے اعتبار سے پیچھے نہ رہ جائیں اور انگریزوں کی نظر میں ایک مہذب قوم بنیں۔ یہ دو تعلیمی دھارے اسی طرح بہے چلے جارہے ہیں ایک طرف خالصتا مذہبی لوگ پیدا کیے جارہے ہیں جبکہ دوسری طرف خالصتا دنیادار پیدا کیے جارہے ہیں۔

مغربی نظام تعلیم کے نقائص واثرات:

مادہ پرستی: عصری نصاب تعلیم کی خصوصیت یہ بھی ہیکہ یہ نظام مادیت کی طرف زیادہ مائل ہے لہذا دنیا اور دنیا کی خواہش ابتدائی مراحل سے سیکھائی جاتی ہے پڑھ لکھ کر ملازمت حاصل کرنا مقصود تعلیم بن گیا ہے۔

دین بیزار تعلیم: مروجہ نظام تعلیم دینی تعلیم سے عاری ہے اور اخلاقی اقدار سے خالی ہے بلکہ مغرب کی وفادار تعلیم ہے۔

زندگی کو دوخانوں میں بانٹ دیا: مسلمانوں کو اس طرز تعلیم سے روشناس کرانے کا مقصد یہ تھا کہ اسلام مدارس، مساجد اور خانقاہوں تک محدود رہے اور عام زندگی کا فرانہ اسلوب پہ چلتی رہے۔

تعلیم پر دولت مندوں کی اجارہ داری: تعلیم کے گراں قدر اخراجات، فیسیں ایک عام آدمی اپنے بچوں کو اس زیور سے آراستہ نہیں کرا سکتا۔[21]

بنیادی عقائد سے ناواقفیت: آجکل رائج عصری نصاب تعلیم میں اسلامیات نہ ہونے کے برابر ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محض عصری علوم پڑھنے والا دین کے بنیادی عقائد سے بھی واقفیت نہیں رکھتا۔

مغربیت ہی آئیڈیل: مغربی نظام تعلیم کو پڑھنے سے نوجوانوں کے اندر آئیڈیل وہی معاشرہ ٹھرتا ہے، اور نوجوان زندگی کے ہر شعبے میں مغرب سے متاثر نظر آتے ہیں۔

فکری مسائل کا منبع: چونکہ اس نظام تعلیم کی بنیاد محض عقلیت پر ہے تو نوجوانوں کے اندر مذہب کے نام پر کئی طرح کے شکوک وشبہات اور فکری مسائل پائے جاتے ہیں۔ مغربی تعلیم پر اندھادھند فریفتہ ہونا اور اسکوجوں کاتوں قبول کرلینا دینی بنیادوں پر کئی طرح سے اثرانداز ہے۔

نومسلم مغربی مصنف محمد اسد مغربی نظام تعلیم پر لکھتے ہیں :

"Western education of muslim youth is bound to undermine their will to believe in the mesege of the prophet, their will to regard them selves as representatives of the peculiar, theocratic, civilisation of islam " .[22]

یعنی "مسلم نوجوانوں کی مغربی تعلیم ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر ایمان ویقین رکھنے اور اپنے آپ کو اس مخصوص الہٰی تمدن وتہذیب کا نمائندہ سمجھنے کے قابل نہ رکھے گی جو اسلام لیکر آیا ہے"۔

اس کے بعد پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

"There can be no daubt whatever that religious belief is rapidly Losing ground among the intelligentsia educated on western lines".[23]

---

[21] ثریا بتول علوی: یہ سیکولر نظام تعلیم **ماہنامہ محدث** (مجلس التحقیق الاسلامی 2002).

[22] Muhammad Asad: **Islam at the cross road** (Lahore , Arafat publication Dalhousie , 1947) p 84.

یعنی "جو کچھ بھی ہو، اس میں شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ ان روشن خیالوں کے اندر دینی عقائد بڑی تیزی کے ساتھ کمزور ہوتے جارہے ہیں، جن کی تعلیم مغربی بنیادوں پر ہوئی ہے"۔
مغربی نظام تعلیم نے بے شمار اثرات چھوڑے ہیں جو شاید مٹائے نہ مٹیں لیکن قابل ذکر اثر الحاد، بے دینی، دین بیزاری ہے آیئے ماضی کے کچھ مفکرین کی آراء کا جائزہ لیتے ھیں۔
علامہ اقبالؒ جو مغربی دنیا، انکی عیاریوں اور مکاریوں سے خوب واقف تھے انہوں نے انہی حالات کے پیش نظر فرمایا:

"ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ "نوجوانوں کو اس تعلیم کے ذریعے سرکاری ملازمت تو مل رہی ہے ساتھ ساتھ الحاد کا رنگ بھی پیدا ہو رہا تھا۔[24]

علامہ شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں:

"ایک موقعہ پر مجھ سے لوگوں نے لکچر دینے کی درخواست کی، میں نے پوچھا کس مضمون پر لکچر دوں؟ ایک گریجویٹ مسلمان نے فرمایا کہ اور چاہے جس مضمون پر تقریر کیجئے لیکن مذہب پر نہ کیجئے، ھم لوگوں کو مذھب کے نام سے گھن آتی ہے"۔[25]

سید ابو الحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

"یہ مغربی نظامِ تعلیم در حقیقت مشرق اور اسلامی ممالک میں ایک گہرے قسم کی لیکن خاموش نسل کشی کے مرادف تھا، عقلاء مغرب نے ایک پوری نسل کو جسمانی طور پر ہلاک کرنے کے فرسودہ اور بدنام طریقہ کو چھوڑ کر اسکو اپنے سانچے میں ڈھال لینے کا فیصلہ کیا اور اسکام کیلئے جا بجا مراکز قائم کئے جن کو تعلیم گاہوں اور کالجوں کے نام سے موسوم کیا"۔[26]

یہ تو تھے آج سے تقریبا سو سال پہلے کے احوال جب مسلم علماء و مفکرین نے اس نظام تعلیم کے بھیانک خطرات کو بھانپ لیا تھا۔ اب سائنسی علوم کی دن بدن ترقی نوجوانوں کیلئیے مزید عقلی راستے کھول رہی ہے جبکہ انکی مذھبی بنیاد کمزور ہونے کی وجہ سے وہ جلدی الحاد کا راستہ اپنا لیتے ہیں۔ حال ہی میں لاہور کی یونیورسٹیز سٹوڈنٹس کا الحاد کے حوالے سے ایک سروے کیا گیا جس میں الحاد کے بہت سارے اسباب کی نشاندہی کی گئی اور حیران کن طور پر ایک وجہ سائنسی علوم بھی سامنے آئی جہاں ایک طالب علم محض اس لیے الحاد کی طرف چلا گیا کہ مذہب اسے سائنسی علوم کو مکمل طور پر سمجھنے میں حائل ہو رہا تھا۔[27]

یہ ایک ایمانی مسئلہ تھا جس کی طرف میں نے اشارہ کیا اور وہ اسی نظام تعلیم کا پیدا کردہ ہے اسکے علاوہ جو اثرات سامنے آرہے ہیں ان میں فقدان تربیت، تقلید مغرب، مرعوبیت و انفعالیت، طلباء کی اساسی دینی کمزوریاں اور ان جیسے بے شمار مسائل کا منبع صرف اور صرف مغربی نظام تعلیم ہے۔

مدارس کے نظام تعلیم کے نقائص و اثرات:

---

[23] Muhammad Asad: **Islam at the cross road , p 100.**

[24] پروفیسر سلیم چشتی **شرح بانگ دراء** (لاھو، عشرت پبلشنگ ھاؤس) 557

[25] شبلی نعمانی **خطبات شبلی** (اعظم گڑھ، دار المصنفین) 58

[26] ابو الحسن الندوی: **مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش** (لکھنؤ، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام 1981) 247

[27] Muhammad Adnan Faisal, Rashidah binti Mamat, Shukri Ahmad "An Analytical Survey on the University Students Understanding of Atheists' Argument in Pakistan" Islamic Thought and Civilization (JITC) Volume 11 Issue 2, Fall 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

انگریزی اور جدید علوم سے ناآشنائی: اگر مدارس کے نصاب کو دیکھا جائے تو وہ مکمل اور جامع ہے لیکن عصر حاضر کی جدید ضروریات کو مد نظر رکھ کر دیکھا جائے تو عصر حاضر کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہے۔ جدید تعلیم سے ھم آھنگی نہ ہونے کی وجہ سے کئی طرح کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

انگریزی زبان سے واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے طلباء مدارس مغربی فکر اور انکے اشکالات سے ناواقف ہیں۔

مستشرقین نے علوم اسلامیہ کے ہر شعبے پر اعتراضات کیے ہیں جبکہ علماء اور طلباء جواب دینا تو درکنار ان کے اعتراضات تک بھی دسترس نہیں رکھتے ھیں۔

عالمی زبان سیکھنا اس لیے بھی ضروری ہیکہ فاضلین مدرسہ جدید دور کے تقاضوں سے پوری طرح واقف ہو سکیں مثلاً جدید معاشی افکار، سیکولر نظام اور اس جیسے عالمی مسائل سے آگاہی حاصل کریں اور اسلام کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق مسلم امت کی رہنمائی کریں۔

مدارس دینیہ میں جدید فلسفہ کا نہ ہونا: قدیم فلسفہ جو مدراس میں پڑھایا جاتا ہے وہ عصر حاضر کی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہے لہذا وقت کی ضرورت ہیکہ مدارس کے طلباء کو جدید فلسفہ سے آگاہی کرائی جائے۔ دنیا اب ایک گلوبل ویلج ہے اور کسی ایک مذہب کا فلسفہ انسانی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہے لہذا تمام مذاہب کو سامنے رکھ کر جدید فلسفی مباحث کو پڑھایا جائے چنانچہ سعید احمد پالن پوریؒ، سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

> "پہلے علم الکلام مسلم فرقوں کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا تھا اب اس بات کی ضرورت ہے کہ نئے علم الکلام کی تشکیل مذاہب عالم کو پیش نظر رکھ کر کی جائے"[28]

اصول تحقیق سے ناواقفیت: کسی بھی چیز کی اہمیت کا اندازہ اس کی ضرورت سے ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں نت نئے چیلنجز اور درپیش مسائل کے حل لیے تحقیق کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں انسان کی ضروریات دن بدن بڑھ رہی ہیں اس لیے مختلف شعبوں میں ضروریات کے پیش نظر تحقیق کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اس وقت تحقیق و تدوین کے حوالہ سے مختلف یونیورسٹیز اور ادارے کام کر رہے ہیں۔ جن میں طلباء کو پہلے باقاعدہ طور پر تحقیق اور مبادیات تحقیق کے حوالہ سے مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ قران وسنت سے استدلال واستنباط کے اصول و قواعد، موضوع کا انتخاب، عنوان سازی، امہات الکتب سے مراجعت، حوالہ دینے کے طرق وغیرہ سے واقفیت کرائی جاتی ہے۔ اس کے بعد انہی تحقیقی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان سے کسی بھی علوم اسلامیہ سے متعلقہ موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھوایا جاتا ہے۔ اس طرح طلباء اور طالبات کو تحقیق کا طریق کار سکھایا جاتا ہے۔ مگر دینی مدارس میں تحقیقی مقالہ جات کی کسی قسم کی کوئی مشق نہیں ہے۔[29]

مسلکی تعلیم: دینی مدارس مسلک کی بنیاد پر تعلیم دیتے ہیں جس سے مسلکی جماعتوں اور افراد کے درمیان ایک خلیج قائم ہو جاتی ہے۔ اس نے نا صرف مسلم عوام کو منقسم کیا ہے بلکہ بلکہ بات قتل و قتال تک پہنچ جاتی ہے حتی کہ مساجد پر بھی اھل مسلک کا قبضہ ہے، مسجد اللہ کا گھر بننے کا بجائے مسلک کا گرھ بن چکی ہے۔[30] اوپر جس سروے کا تذکرہ کیا گیا وہاں دین بیزاری کی ایک وجہ مذھبی تفرقہ بازی بھی سامنے آئی، ایک طالبہ محض اس لیے دین سے متنفر ہو گئی کہ گئی کہ ہر ایک اپنا دین بنائے بیٹھا ہے شاید یہ دین سچا ہے ہی نہیں۔۔۔! علماء کو سوچنا چاہیے کہ انکی تفرقہ بازی کے کیا نتائج سامنے آرہے ہیں، اسلام کے داعی اور مبلغ ہونے کے بجائے کہیں وہ اسلام سے نفرت تو نہیں پیدا کر رہے لوگوں کے دلوں میں؟

معاشرے کے مسائل سے ناآشنائی: مدرسے کی تعلیم ایسے ماحول میں دی جاتی ہے جہاں علوم اسلامیہ کے ماہرین کو معاشرے کے زندہ مسائل سے واقفیت کرانے کے بجائے ان کے اور معاشرے کے مابین ایک اجنبیت پیدا کی جاتی ہے، جب طلباء عملی طور پر معاشرے کا رخ کرتے ہیں تو انکی فکر اصلاح معاشرہ کیلیے ھمدردانہ اور داعیانہ ہونے کے بجائے شکوہ شکایت اور تنافر کا زیادہ غلبہ رہتا ہے۔

---

[28] سعید احمد پالن پوری: **فکر اسلامی کی تشکیل جدید ضرورت اور لائحہ عمل** (لاہور، ضیاء الحسن فاروقی، مشیر الحق، مکتبہ رحمانیۃ اردو بازار) ص 69۔

[29] غازی عبد الرحمان قاسمی "دینی مدارس اور عصری رجحانات" ماھنامہ الشریعہ جلد 28، شمارہ 2، فروری 2017ء۔

[30] محمد عمار خان ناصر "مذھبی تعلیم سے وابستہ چند فکری پہلو" ماھنامہ الشریعہ جلد 33، شمارہ 12، دسمبر 2012ء۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

تجزیہ: دور قدیم کا نصاب دیکھا جائے تو وہاں کوئی تقسیم نہ تھی بلکہ ایک حسین امتزاج تھا علوم کا، اسی کا اثر تھا کہ مسلمان سائنسدان، حکماء، فلاسفر کا نام آج تک یورپ کی گلیوں میں گونج رہا ہے۔ یورپی اس بات کا بر ملا اعتراف کرتے ہیں کہ انکے حصے میں بہت کچھ مسلمانوں کے ھاتھوں آیا۔ دو متوازی نظام تعلیم مسلمانوں، خصوصا بر صغیر کے مسلمانوں کو متحد کرنے کے بجائے مخالف سمت کھینچ کر تار تار کر رہے ھیں ایک طرف خالص مذھبی لوگ پیدا کیے جا رہے ہیں جو حالات حاضرہ کے تقاضوں، مسائل، چیلنجز سے کلی ناواقف ہیں، دوسری طرف ایسے لوگ پیدا کیے جا رہے جو اسلام کو محض اسکے نام سے جانتے ہیں اسلامی اخلاقیات، معاشیات، معاشرت سے کلی ناواقف ہیں۔

دونوں تعلیمی دھاروں کے منتظمین کو یک رخی تعلیم کا احساس تھا چنانچہ علیگڑھ اور دیوبند کو قریب کرنے اور باھم استفادہ کی کوششیں کی گئیں لیکن حالات اس بات کے متقاضی نہ تھے تو ممکن نہ ہو سکا اس موقعہ پر مولنا قاسم نانا توئیؒ نے تدریسی سال کم کرتے ھوئے فرمایا:

"اس کے بعد اگر مدرسہ ھذا کے طلباء سرکاری مدارس میں جا کر علوم جدیدہ حاصل کریں تو توان کے کمال میں یہ بات زیادہ مؤثر ھو گی"۔

مولنا گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

"اس منطق وفلسفہ سے تو انگریزی بہتر ہے کہ اس سے دنیا کی بہتری کی امید تو ہے"۔[31]

لیکن روایتی علماء نے اسکو ممکن نہ ھونے دیا۔ آج بھی یہ متشدد رویہ باقی ہے۔ علماء کسی طور اس نصاب میں تبدیلی کے خواہاں نہیں نظر آتے اور نہ کہ عالمی زبان کو سیکھنے پر حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ جب کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے۔ عن زید بن ثابت قال:

" امرني رسول الله ﷺ ان اتعلم له كلمات من كتاب يهود"[32]

یعنی میں انکے لیے یہودی کلمات (زبان) سیکھوں۔ اس فرمان سے صاف ظاہر ھیکہ حضور ﷺ نے غیر کی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا ہے ضرورت کی غرض سے اور انگریزی زبان وقت کی ضرورت ہے۔ کیا علماء تاریخ سے واقف نہیں ہیں جب یونانی علوم کا ستارہ چمکا اور ان کے ذریعے اسلامی عقائد پر حملے کیے گئے علماء وقت نے اس زمانے کے جدید علوم کو شامل نصاب کیا اور انہیں اسلام کے دفاع کا ذریعہ بنایا۔ کیا آج اسلام پر حملے نہیں کیے جا رہے ہیں اگر ہاں تو کیا مذہبی لوگوں کا کام انکا جواب دینا نہیں ہے؟۔

خاتمہ:

پاکستان کے علماء وسعت قلبی پیدا کریں اور علوم اسلامیہ کے طلباء کو عصری علوم سے روشناس کرائیں تا کہ فاضلین مدرسہ معاشرے کی عصری ضروریات کو پورا کر سکیں۔ دوسری طرف عصری ادارے طلباء کو دینی عقائد کی پختگی، تمام شعبہ ہائے زندگی کے اسلامی اصولوں سے واقفیت کا بندوبست کریں تا کہ جدید سائنسی مباحث انکے ایمان کو متزلزل نہ کر سکیں، اور وہ اپنی زندگی اسلامی طرز پر سنوار سکیں۔ تاہم کچھ تجاویز بطور غور رکھی جائیں گی۔

تجاویز وسفارشات:

- درس نظامی کے موجودہ نصاب کو بر قرار رکھتے ہوئے انگریزی زبان اور عصری علوم کی بنیادی معلومات ضرور شامل کی جائیں۔
- عصری اداروں میں دینی پختگی کے لیئے اسلامی بنیادی تعلیمات کو فروغ دیا جائے جنکو درجہ بدرجہ ترقی دی جائے۔
- عوام اور علماء کے درمیان جو بعد ہے اسکو ختم کیا جائے۔ جو اس نظام تعلیم کا پیدا کردہ ہے۔
- مدرسہ میں جدید ٹیکنالوجی، کمپیوٹر، برقی لائبریریز سے طلباء کو متعارف کرایا جائے۔
- مدرسہ میں اصول تحقیق مباحث ومقالات لکھنے کی تربیت دی جائے۔

---

[31] احسن گیلانی، **سوانح قاسمی** 2/292.

[32] ابوعیسی الترمذی: سنن الترمذی، كتاب الاستئذان والآداب عن رسول الله ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي تَعْلِيمِ السُّرْيَانِيَّةِ ، رقم 2715